دار العلوم کراچی میں چند روز

از

فقیہ العصر حضرت مولانا
مفتی عبد الشکور صاحب ترمذی
نور اللہ مرقدہ

www.alhaqqania.org

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم کراچی میں چند روز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ

جمادی الاخریٰ ۱۴۰۶ھ بمطابق فروری ۱۹۸۶ء بیعرصہ پندرہ سولہ سال کے بعد کراچی کے سفر کا موقع میسر آیا۔ کئی مرتبہ ملاقات پر عزیزان مکرمان مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی اور مولانا محمد تقی عثمانی سلمہا کراچی آنے کے لیے اصرار کرتے اور خود بھی دل کا تقاضہ ہوتا، مگر امراض کا ہجوم اور دوسرے اعذار کے سبب دور دراز سفر کی فرصت نہ ملتی اور نہ ہی ہمت ہوتی۔

گزشتہ دنوں میں جامعہ اسلامیہ امدادیہ کے سنگ بنیاد کے موقع پر فیصل آباد مفتی محمد رفیع عثمانی سلمہ سے ملاقات ہوئی اور ایک شب وہاں اکٹھے رہے۔ موصوف نے ایسے طریقہ پر کراچی کے سفر کے لیے کہا کہ احقر کے دل پر ان کی یہ بات اثر کر گئی اور اسی وقت سے سفر کا پختہ عزم کر لیا۔ مفتی صاحب موصوف کی دلی محبت اور جوش نے اس قدر کشش دکھلائی کہ

ع کچے تاگے میں بندھے آئیں گے سرکار مرے

کا منظر دکھلا دیا۔ کہ یہ نحیف و ناتواں مجموعہ امراض وادویہ اتنے طول وطویل سفر کے لیے نکل کھڑا ہوا۔

پہلے ایک عریضہ برخوردار عبدالقدوس سلمہ سے لکھوایا کہ ۱۵/ فروری سے یکم مارچ تک کے عرصہ میں آپ دونوں بھائیوں کا کہیں سفر تو تجویز نہیں ہے؟ جواب نفی میں آنے کے بعد ۲۲/ فروری صبح ساہیوال سے بذریعہ کار سرگودھا پہنچے اور ۲/ بجے سپر ایکسپریس کے ڈبہ سلیپر جس میں چھ آدمیوں کی گنجائش تھی سوار ہوگئے۔ اس ڈبہ میں بیت الخلاء اور پانی کا انتظام اندر ہی تھا بحمداللہ تمام نمازیں باجماعت بڑی سہولت کے ساتھ اپنے وقت پر ادا ہوتی رہیں۔ اسی سہولت کی وجہ سے ہی اتنا گراں قیمت ٹکٹ خریدا گیا تھا، ایک نماز کے لیے بعض ساتھیوں نے کہا کہ پلیٹ فارم پر نماز ادا کرلی جائے تو میں نے کہا کہ نہیں گاڑی میں ہی اطمینان سے نماز ادا ہوتی ہے۔ پلیٹ فارم پر طبیعت میں خلجان ہی رہتا ہے سکون سے نماز ادا نہیں ہوتی۔ چنانچہ ہم ڈبہ میں ہی نمازیں ادا کرتے رہے۔

نصیحت آمیز واقعہ

مجھے ایک واقعہ یاد آگیا ایک مرتبہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ تشریف لائے ہوئے تھے، احقر مع چند رفقاء برائے زیارت وملاقات خدمت اقدس میں ٹوبہ حاضر ہوا۔ کئی روز حاضری میسر رہی اور حضرت مولانا مرحوم کی واپسی پر دوسرے حضرات کے ساتھ اسٹیشن تک بھی ہمراہی کی دولت حاصل ہوئی اور ساتھ ہی ٹوبہ پلیٹ فارم پر نماز مغرب باجماعت حضرت مولانا مرحوم کی اقتدا میں ادا کرنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی چونکہ اثنائے جماعت میں گاڑی پلیٹ فارم پر آچکی تھی اس لیے حضرت مولانا مرحوم نے فرض کے سلام کے

بعد فرمایا سنتیں گاڑی میں سوار ہوکر ادا کریں گے کہ اس میں زیادہ سکون سے ادا ہوں گی۔ حضرات اہل اللہ کو سکون قلب اور کمال نماز کا کس قدر اہتمام ہوتا ہے کہ سفر و حضر میں ہر وقت اسی کی فکر رہتی ہے۔

مولانا محب اللہ مہاجر مکی خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا واقعہ

ٹوبہ کے پلیٹ فارم پر حضرت مولانا محب اللہ مہاجر مکی کا یہ واقعہ بھی حضرت مولانا مرحوم نے بیان فرمایا تھا کہ جب وہ ہندوستان آئے تھے تو ریل کے فرسٹ کلاس ڈبہ میں کئی مقامات پر تشریف لے گئے تھے۔ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت کو اسٹیشن پر لے گیا (اسٹیشن کا نام احقر کو یاد نہیں رہا) تو میرے دل میں خطرہ گزرا کہ اتنا زیادہ کرایہ بھر کر ایسے پر تکلف ڈبہ میں سفر کرنے کی اہل اللہ کو کیا ضرورت ہے۔ مناسب حال تو سادہ وضع ہی معلوم ہوتی ہے۔ میرے دل میں یہ خطرہ آتا تھا کہ حضرت مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ فرمانے لگے کہ میں نے یہ اتنا خرچ محض نمازوں کی سہولت کے لیے کیا ہے۔

سبحان اللہ، اللہ والوں کی کیا شان ہے کہ دنیا کی راحت و آرام بھی اگر وہ حاصل کرتے ہیں تو اس کے اندر بھی دین ہی مقصود ہوتا ہے، گویا وہ دنیا کے زہر کو دین کے تریاق سے مار کر مدبر بنا لیتے ہیں اور ہمارا حال اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دین کو بھی اپنی اغراض مذمومہ کو ملا کر دنیا بنا لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوں کے نقش قدم پر چلنے اور ہر قدم پر دین کو مقدم

کرنے کی توفیق عنایت فرمائیں، آمین۔

سفر کا مقصد

احقر کے اس سفر کا مقصد زیارت بزرگاں اور لقائے احباب کے سوا کچھ اور نہیں تھا۔ زیارت بزرگاں میں حضرت عارف باللہ ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب دام معارفہم (خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ) کی ذات بابرکات اس دور میں بڑی ہی نعمت کبریٰ ہے۔ اس نعمت کی جتنی بھی قدر کی جائے کم ہے۔

ملاقات احباب میں دارالعلوم کراچی کے مفتی محمد رفیع و مولانا محمد تقی عثمانی کے علاوہ کئی اساتذہ کرام اور مولانا سلیم اللہ خان صاحب مہتمم جامعہ فاروقیہ، حکیم محمد اختر صاحب، مولانا مفتی رشید احمد صاحب، قاری محمد شریف صاحب تھانوی وغیرہ کئی احباب شامل تھے۔ اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد چونکہ ٹنڈوالہ یار حاضری نہیں ہو سکی تھی اس لیے ٹنڈوالہ یار کے دارالعلوم الاسلامیہ میں حاضری اور جناب محبی مولانا مفتی وجیہ صاحب زادفیوضہم اور صاحبزادہ عزیزم مولوی محمد مرتضٰی سلمہ کی ملاقات بھی سفر کا ایک اہم مقصد تھا۔

۲۲ر گھنٹے کے مسلسل سفر کے بعد اگلے روز ۱۱ر بج کر ۵۰ منٹ پر سپر ایکسپریس آٹھ سو میل کا سفر طے کر کے بخیر و خوبی کراچی کے پلیٹ فارم پر پہنچ گئی۔ ہم نے اپنا سامان اتارلیا، اسی فکر میں تھے کہ سامان باہر لے چلیں پھر ٹیکسی کے ذریعہ دارالعلوم پہنچیں، اچانک برخوردار عبدالقدوس کے دو عالم

دوست جودارالعلوم کراچی میں درجہ تخصص افتاء میں فتاویٰ کا کام سیکھ رہے ہیں استقبال کے لیے پلیٹ فارم پر پہنچ گئے اور انہوں نے پیغام دیا کہ مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی رئیس دارالعلوم خود بھی تشریف لارہے ہیں اس پیغام سے بندہ عاجز کی پشیمانی کی کوئی انتہا نہ رہی کہ ان عزیزان طلبا کرام جن کا علماء کی فہرست میں شمار ہوچکا ہے تشریف لانا ہی ہمارے استقبال کو پر تکلف بنارہا ہے اب اس میں کوئی کمی رہ گئی تھی جس کو پورا کرنے کا اہتمام جناب صدر دارالعلوم کریں گے۔

کراچی اسٹیشن پر صدر دارالعلوم کی تشریف آوری

اسی انتظار میں تقریباً ایک گھنٹہ اسٹیشن پر ہی وقت گزرا۔ وقفہ وقفہ سے اسٹیشن سے دارالعلوم فون بھی وہ عزیز طلبا کرتے رہے وہاں سے بھی یہی معلوم ہوا کہ جناب صدر صاحب دارالعلوم سے تشریف لے جاچکے ہیں۔ یہ گمان کرکے کہ شاید ان کو کوئی ضروری مشغولی پیش آگئی اس لیے نہ آسکے ٹیکسی کرایہ پر لے کر سامان رکھ کر چلے ہی تھے کہ جناب مدیر صاحب بڑی سرعت کے ساتھ اپنی کار سے جس کو خود ہی چلا رہے تھے اترے اور اسٹیشن کی طرف تیزی سے لپکے، ہمارے استقبالیہ کے طلبا بھی عقاب کی نظر رکھتے تھے مدیر موصوف کی کار کو دیکھتے ہی پہچان لیا، انہوں نے فوراً اپنی کار کو واپس کرایا جو چند قدم ہی فاصلہ طے کرسکی تھی۔

صدر محترم نے سلام ومعانقہ کے بعد اپنے تاخیر سے پہنچنے کی وجہ بڑی دلچسپ بیان کی کہ میں ایک کام کے لیے دکان پر گیا تھا وہاں سے اسٹیشن پر فون

کرتارہا، اسٹیشن والے گاڑی گھنٹوں کے حساب سے لیٹ بتلاتے رہے یہاں تک کہ پلیٹ فارم پر گاڑی پہنچ گئی مگر اسٹیشن والے ایسے خواب غفلت میں رہے ، ان کے نزدیک ابھی گاڑی کئی گھنٹہ لیٹ ہی ہے۔ یہ تو خیر ہوئی کہ مدیر دار العلوم گھنٹہ کے بعد اسٹیشن پر پہنچ گئے اور ہم ان کے شکار ہو گئے یا ہمارے عقابی نظر استقبالیہ کی نظر کے نیچے مدیر صاحب آگئے ورنہ تو صدر صاحب کو ہمارے اسٹیشن پر نہ ملنے سے بڑی پریشانی لاحق ہوتی۔ ادھر اہل خانہ کو تشویش ہوتی کہ وہ کہاں ہیں۔ خیر الحمد للہ طرفین پریشانی سے تو بچ گئے لیکن احقر اس ذرہ بے مقدار کی اس قدر عزت افزائی پر بے حد پریشان اور خجل تھا کہ ایک ادارہ کا مدیر با تدبیر ہی نہیں بلکہ مفتی بھی اور مفتی اعظم پاکستان اور مرشد اعظم کا جانشین کئی میل کار چلا کر خود اسٹیشن پر لینے کے لیے قدم رنجہ فرمائیں۔ احقر نے معذرت کے ساتھ عرض کیا کہ آپ نے خود کیوں قدم رنجہ فرمائی کی تکلیف فرمائی عزیز طلبا تو آہی گئے تھے، احقر نے تو خط میں بھی لکھوا دیا تھا کہ خود اسٹیشن پر تشریف لانے کی زحمت نہ فرمائی جائے ؟ تو فرمانے لگے کہ زحمت کیا ہوتی مجھے خوشی چڑھ رہی تھی کہ وہ آئیں اور میں لے کر آؤں۔

اصل میں یہ تواضع اور فروتنی کی صفت ، پرتو ہے حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کا، پھر ثمرہ ہے علم صحیح کا۔

ع نہد شاخ پر میوہ سر بر زمیں

کہ جس کے اندر صحیح علم کا جوہر ہوتا ہے اس کے بوجھ سے اس کا سر نیچا ہو جاتا ہے۔

اور یہی تواضع علم کا زیور ہے، جس سے علم کی زینت بڑھتی اور علم مزین ہوتا ہے۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا ہے ؎

تواضع زگردن فرازاں نکوست　　　گدا اگر تواضع کند خوئے اوست

مگر یہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ کی بات تھی کہ اس زمانہ کی ''خوئے گدا'' تواضع تھی۔ اس زمانہ میں تو ہمارے جیسے گداؤں کی ''خو'' تواضع کی بجائے کبر وغرور رہی ہے، علم وفضل سے خالی اور تہی دامن ہونے کے باوجود گردن ''فرازاں'' اور غرور ہمارا شعار بن چکا ہے، تصنع اور بناوٹ نے سادگی اور بے تکلفی کی جگہ پر قبضہ جمالیا ہے، اسی لیے باہمی مودّت واخوت کے رشتہ منقطع ہوتے جارہے ہیں اور اتحاد واتفاق کے الفاظ بے معنیٰ ہوکر رہ گئے ہیں۔

کار چلاتے ہوئے مولانا محمد رفیع صاحب کہنے لگے کہ میں نے ڈرائیونگ باقاعدہ سیکھی ہوئی ہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب کسی عالم کے پاس گاڑی دیکھتے تو بہت خوش ہوتے تھے اگر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس گاڑی کو میرے پاس دیکھتے تو بہت خوش ہوتے۔ اور یہ ایک خواب کی تعبیر ہے جو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں میں نے دیکھا تھا کہ جس ماڈل اور رنگ کی گاڑی دیکھی تھی اسی طرح کی گاڑی اللہ نے دیدی حالانکہ خواب کے زمانہ میں وہ ماڈل مروج نہیں تھا۔ احقر نے عرض کیا کہ نامہ اعمال جب پیش ہوتے ہوں گے تو ان شاء اللہ خوش ہوتے

ہوں گے۔

نعمائے دنیوی نعمائے اخروی کا نمونہ ہیں

دراصل اہل اللہ دنیا کی نعمتوں کو آخرت کی نعمتوں کا نمونہ سمجھتے اور ان کے دیکھنے کا آئینہ بنا لیتے ہیں اور ان دنیوی نعمتوں سے اس حیثیت سے نفع اندوز ہوتے ہیں کہ وہ نعمتیں صانع عالم تعالی کی صناعی کی مظاہر بن جاتی ہیں اور ان میں صانع کا حقیقت بین نگاہیں نظارہ کرنے لگ جاتی ہیں بخلاف ہمارے جیسی کوتاہ بین نظروں کے کہ ہماری نظریں مظاہر پر ہی الجھ کر رہ جاتی ہیں اور ان کی حقیقت تک رسائی نہیں ہوتی۔

ایک صوفی نے شوربہ میں پانی ملا دیا تھا تو ایک بزرگ نے اس کو ''طفل طریقت'' فرمایا تھا کہ عطاء حق کی ناقدری اور تجلی الہی کو برباد کرتا ہے۔ وہ تجلی مذکر ہے نعماء آخرت کی۔ چنانچہ فقہاء کرام نے جن کو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حکماء امت میں شمار فرماتے ہیں اس حقیقت کو خوب سمجھا ہے۔ چنانچہ صاحب ہدایہ نے چار انگل مرد کے لیے ریشم کے جواز پر جو عقلی دلیل پیش کی ہے اس کے الفاظ اس حقیقت پر واضح طور پر دلالت کر رہے ہیں فرماتے ہیں: لتكون انموذجا لحرير الجنة۔

درحقیقت کھانے پینے اور طعام ولباس نیز طرز معاشرت میں سنت یہی ہے کہ وقت پر جو مل جائے اس کا استعمال بطیب خاطر ہو، بڑھیا مل جائے تو عطائے خداوندی سمجھ کر اس کا حق شکر ادا کرے

اس پر فخر نہ کرے اس کے چھننے سے لرزاں وترساں رہے، اپنے
کواس کا مستحق نہ سمجھے اس پر ان شاء اللہ بمصداق لئن شکرتم
لازیدنکم کے نعماء الٰہی کی زیادتی کی امید ہے اور اگر کم درجہ کی گھٹیا ملے تو بھی
بڑھیا ملنے کی فکر میں نہ پڑے اسی پر قناعت وصبر سے کام لے اور عین حالت تمول
وتنعم میں فقر وفاقہ کے لیے خود کو تیار اور آمادہ رکھے۔

دارالعلوم کے مہمان خانہ میں پہنچ کر عزیز محترم مولانا محمد تقی عثمانی سلمہ سے
ملاقات ہوئی بڑی خوشی ومسرت کا اظہار کیا اتنے میں نماز ظہر کا وقت ہو گیا نماز کے
بعد بڑے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمرے میں ان کی جائے نشست سے
ہٹ کر ایک خوان پر کھانا لگایا ہوا ملا، اور ہم نے دونوں بھائیوں کے ساتھ بہت ہی
پر تکلف اور گوناگوں کھانا کھایا۔

دفع دخل مقدر

کھانے کے درمیان دفع دخل مقدر کے طور پر مفتی محمد رفیع سلمہ نے
کہا کہ اصل میں تو یہ لکڑی کا بڑا خوان اس لیے بنایا گیا تھا کہ ''مجلس تحقیقات
مسائل حاضرہ'' میں کتابوں کو بے ادبی سے بچانے کے لیے اس پر رکھ
لیا جایا کرے گا، مگر پھر بوجہ سہولت کے اس کا کھانے میں بھی استعمال
ہونے لگا، اور اس میں کرسی وغیرہ نہ ہونے کی وجہ سے تشبہ بھی نہیں
ہوتا۔ اور جس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کا بیان ہے کہ:
ما اکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی خوان الخ۔ اس میں
ایسی چیزوں کا بھی ذکر ہے جس پر سب کا اب عمل ہے۔ مثلاً اس میں ہے:

ولا فی سکرجة ولا خبز له مرقق۔ ظاہر ہے کہ اب چھوٹی پیالیوں میں سب کھاتے ہیں اور باریک چپاتی بھی بلا نکیر استعمال ہوتی ہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدگی کا بھی ذکر آیا، یا اس کا ذکر آیا کہ اس کی گنجائش نکل رہی ہے۔

ایک واقعہ

احقر نے عرض کیا کہ جب احقر دارالعلوم دیوبند میں پڑھتا تھا تو ایک شادی کی تقریب سے جانسٹھ جانا ہوا (غالباً یہ شادی مولانا عبدالقدوس صاحب رومی مفتی آگرہ (ہندوستان) کے برادر مکرم مولانا عبدالرحمن جامی کی تھی) وہاں اسی طرح خوان پر کھانا چنا گیا تو اس وقت بھی اس حدیث کا تذکرہ آیا تھا اور مولانا ظہور الحسن صاحب کسولوی مرحوم سابق ناظم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون بھی اس مجلس میں موجود تھے اور یہی طے ہوا تھا کہ وہ خوان اٹھا دیا گیا تھا اور اس پر کپڑے کا دستر خوان بچھوایا گیا تھا۔

احقر کی عرض کا خلاصہ یہ ہے کہ دراصل کھانے کے آداب میں سے اس کا اہتمام بھی ہے کہ کھانے کی طرف احتیاج کا اظہار ہو، اسی لیے بیٹھنے سے پہلے ہی کھانا لگانا اور کھانا اٹھانے سے پہلے اٹھ جانا خلاف ادب ہوگا کہ ان دونوں صورتوں میں کھانے کا ادب ملحوظ نہیں رہتا۔ پہلی صورت میں کھانے کا محتاج الیہ ہونے کی بجائے اس کا محتاج ہونا لازم آتا ہے گویا کھانا کھانے والے کا محتاج اور منتظر ہو رہا ہے اور دوسری صورت میں کھانے سے عملاً استغناء اور بے التفاتی کا اظہار ہو رہا ہے، کہ اس کو چھوڑ کر چل دے۔

ادب یہ ہے کہ کھانے سے پہلے اس کی احتیاج کا اظہار اس کے

انتظار کے ساتھ کیا جائے اور کھانے کے بعد غیر مودع ولا مستغنیٰ عنه ربنا کہتے ہوئے پہلے کھانا اٹھالیا جائے اس طرز عمل میں کھانے کی تعظیم وتکریم زیادہ ظاہر ہوتی ہے اسی طرح جب کھانا اونچے خوان پر رکھا ہوا ہو گا تو اس کی طرف احتیاج کا اظہار اس سے کم ہو گا اور اس کی طرف کم درجہ کے جھکاؤ کی ضرورت ہوگی بخلاف اس کے کہ زمین پر دسترخوان کے اوپر کھانا رکھا ہوا ہو گا تو اس صورت میں کھانے کی طرف اچھی طرح جھکاؤ ہو کر پورے طور پر عملاً کھانے کی طرف احتیاج ظاہر ہوگی، اس طرح زیادہ عاجزی اور بندگی کا اظہار ہے۔ اس کے بعد پھر دسترخوان فرش پر ہی بچھتا رہا۔

اثنائے گفتگو میں احقر کی آمد پر اظہار مسرت کے ضمن میں ذکر آیا کہ اچھا آپ آئے ہیں بعض مسائل میں بھی مشورہ ہو جائے گا۔ احقر نے عرض کیا کہ ماشاء اللہ یہاں پر اہل علم کا بہت بڑا مجمع اور وسیع کتب خانہ موجود ہے یہ احقر تو کم علمی کے ساتھ مریض اور کم فہم بھی ہے۔ البتہ استفادہ کا محتاج اور علمی مذاکرہ کا شائق ہے۔ مولانا محمد رفیع سلمہ نے ہنس کر حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقولہ نقل کیا کہ مولوی کو مفت میں کوئی روٹی نہیں دیتا۔ مجھے اس پر حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ کے سفر کا ایک واقعہ یاد آگیا اور میں نے یہ ذیل کا واقعہ سنایا۔

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ کا واقعہ

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ یہ دونوں حضرات مع دوسرے بعض

حضرات کے ہم سفر تھے۔ سیوہارہ کے اسٹیشن پر گاڑی پہنچی وہاں حضرت شیخ الہند ؒ کو لینے کے لیے بعض احباب تشریف لائے ہوئے تھے انہوں نے حضرت حکیم الامت ؒ سے بھی اترنے کے لیے عرض کیا۔ حضرت ؒ نے ناسازی طبیعت کا عذر فرمایا اس پر ان حضرات نے عرض کیا کہ آپ سے ہم وعظ نہیں کہلائیں گے، آپ حضرت شیخ کے ساتھ صرف اتر جائیں، حضرت حکیم الامت ؒ نے فرمایا کہ بغیر وعظ کے تو روٹی کھاتے ہوئے بھی شرم آتی ہے (حضرت شیخ الہند ؒ کی طرف التفات نہیں ہوا کہ حضرت شیخ ؒ تو وعظ نہیں فرمایا کرتے) اپنی عادت کے مطابق بے ساختہ یہ عذر فرما دیا حضرت شیخ الہند ؒ نے بڑی متانت اور برجستگی سے فرمایا کہ ہاں بھائی ایسے بے شرم تو ہم ہی ہیں کہ بے وعظ کے روٹیاں کھاتے ہیں ۔حضرت حکیم الامت ؒ کو اب احساس ہوا، فرماتے ہیں کہ ایسی ندامت ہوئی کہ معذرت بھی نہ کر سکا۔

اسی مجلس طعام میں حضرت تھانوی ؒ اور حضرت مولانا محمد احمد صاحب ؒ کے سفر میں ایک ہوٹل پر کھانے کا ذکر بھی آیا کہ میز پر کھانے کی بجائے پیڑھیوں کو جوڑ کر تخت بنایا گیا تھا اور ثقہ لوگوں کی طرح اس پر بیٹھ کر کھانا کھایا گیا تھا۔ میز کرسی میں تشبیہ کے مسئلہ کا بھی کچھ ذکر آیا کہ اب یہ طریقہ عام ہو گیا ہے اس میں تشبہ نہیں رہا، مگر ثقہ لوگوں کی وضع اور طریقہ سنت کے موافق نہ ہونے کی وجہ سے طبیعت میں انشراح نہیں ہے بلکہ اس سے ضیق پائی جاتی ہے۔

اسی طرح یہ مجلس خاصی ہلکی پھلکی علمی مجلس بن گئی اس کے بعد ہم مہان خانہ میں آگئے اور عصر کی نماز کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ﷫ وغیرہ کے مزار پر جو کہ مسجد کے جانب مغرب قریب ہی احاطہ میں ہے حاضر ہوئے فاتحہ خوانی اور دعا کے بعد مہان خانہ میں آگئے اور مغرب تک حضرت مفتی صاحب﷫ کی عنایتوں اور شفقتوں کا ذکر آتا رہا۔ مولانا محمد رفیع اور مولانا محمد تقی سلمہا اس مجلس میں شریک رہے۔

اپنی تمام تر تعلیمی، تصنیفی اور دیگر مشغولیتوں کے باوجود ان دونوں عزیزان گرامی قدر نے احقر کے پاس تشریف لانے اور خاطر و تواضع کرنے کا جس قدر اہتمام رکھا اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ناکارہ اس قدر خاطر مدارات کا ہرگز مستحق نہیں تھا مگر یہ عزیزان گرامی کی اپنی موروثی تواضع اور فیاضی کے مظاہر تھے، جزاہم اللہ تعالیٰ خیراً۔ کثرت مشاغل کے باوجود دن میں دو مرتبہ مہان خانہ میں تشریف لانے کا اہتمام فرماتے اور بہت دیر دیر تک تشریف رکھتے پھر یہ بھی کہتے رہتے کہ زیادہ پاس بیٹھنے کا موقع نہیں مل رہا، مجھے نہایت شرمندگی ہوتی کہ جتنی دیر اس ناکارہ کے پاس بیٹھے ہو وہ کسی دوسرے اہم کام میں گزرتا البتہ احقر کو ان کی گفتگو سے کئی طرح کی مفید معلومات حاصل ہوتی تھیں اس لیے میں بادل ناخواستہ ان کے بیٹھنے کو اپنے فائدہ کے لیے برداشت کرتا رہا۔

مزارات اکابر پر حاضری

دوشنبہ کو مزارات اکابر پر حاضری کا ارادہ ہوا تو مفتی محمد رفیع

صاحب سلمہ نے اپنی گاڑی مع ڈرائیور کے ہمارے سپرد کردی اور ہم ظہر کے بعد شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے۔ شیخ الاسلام کے مزار پر جاہ وجلال کا منظر تھا اور علامہ کے مزار پر خستگی کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔

حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری (بانی جامعہ اشرفیہ لاہور) اور مولانا ظہور الحق صاحب (والد گرامی مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) کے مزارات پر بھی حاضری دی اور بہت آسانی کے ساتھ سوسائٹی کے قبرستان میں مل گئے ایک مسجد کی نشانی احقر کو یاد تھی۔ ۲۳، ۲۴ سال کے بعد حاضری ہوئی تھی اس مسجد کی نشانی سے بہت سہولت کے ساتھ مزار انور پر پہنچ گئے۔ بڑے رعب وجلال کے آثار معلوم ہو رہے تھے، مسجد میں دوگانہ بھی ادا کرنے کی توفیق ہوئی، فاتحہ خوانی کے ساتھ دوگانہ کا ثواب انہی کی ارواح کی نذر کر دیا گیا۔

پھر پاپوش نگر کے قبرستان حاضری دی وہاں مغالطہ لگا کہ دوسرے دروازہ سے داخل ہوگئے اور بہت چکر لگایا مگر مطلوبہ مزارات نہ مل سکے۔ آخر بسیار تلاش کے بعد دوسرے دروازے کے بالکل متصل داخل ہوتے ہی دائیں جانب مرشدی حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری اور مرشدی حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی اور مولانا شبیر علی تھانوی رحمہم اللہ برادر زادہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے مزارات ایک ہی احاطہ میں ہیں۔ اول الذکر دونوں حضرات کی قبروں پر پتھر بھی نصب ہیں احاطہ کے دروازہ

میں داخل ہوتے ہی سامنے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام کے پتھر پر جب نظر پڑی تو بے ساختہ گریہ طاری ہوگیا اور بڑی مشکل سے خود کو سنبھالا۔ کیا عظمت و امتیازی شان عطا فرمائی گئی ہے۔ معلوم ہوتا تھا کہ ظاہری حیات کی طرح ہی علماء کرام میں بڑے عظیم مقام پر فائز ہیں البتہ حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے تواضع اور فنائیت کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔

سلام اور فاتحہ خوانی اور دعا کے بعد وہاں سے رخصت ہوئے۔ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے بالین پر پتھر لگانے کی جگہ نہیں تھی اس لیے بجانب مشرق پتھر لگایا گیا ہے جو کہ امتیازی شان کا مظہر ہے۔ آپ کی قبر کے مواجہ میں کھڑے ہو کر سلام عرض کیا گیا۔ پھر میں نے کہا کہ عام اموات کے سماع میں اگرچہ اختلاف ہے، ہمارے اکثر اکابر کا رجحان سماع کی طرف ہے اور پھر دعا بھی کی گئی ہے ان شاء اللہ اب تو امید سماع کی غالب ہوگئی ہے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری

وفات یافتہ بزرگوں کے مقابر کی زیارت کے بعد عصر کی نماز ادا کی اور زندہ بزرگ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب دامت فیوضہم العالیہ (خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) کی مجلس بابرکت میں حاضری کی سعادت اور کلمات طیبات کے سننے کا شرف حاصل ہوا، سلام عرض کیا حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام کے توسط سے تعارف کرایا گیا۔ فرمایا کیسے آنا ہوا؟ عرض کیا کہ ملاقات و زیارت کے لیے۔ مسرت کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ ’’یہ جواب لاجواب ہے‘‘۔

حضرت تھانوی ؒ کے یہاں یہ طریقہ تھا کہ اپنے آنے کی غرض ملاقات کے وقت فوراً بتلادی جاتی تھی ورنہ تو گرفت ہوتی تھی۔ اور سفر کے اغراض میں سب سے زیادہ جو غرض حضرت کو پسند تھی وہ ملاقات تھی، کیونکہ ملاقات و مجلس کا کوئی بدل نہیں ہوسکتا دوسری باتوں کا بدل تو خط وغیرہ کے ذریعہ ہوسکتا ہے۔ مگر ملاقات تو حاضری کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔ دربار اشرفیہ میں حاضر ہونے والوں کے اغراض پر اکثر حضرت تھانوی ؒ نقض فرمادیا کرتے تھے مگر جب کوئی شخص اپنے حاضر ہونے کی غرض زیارت و ملاقات بتلاتا تھا تو حضرت اس کو پسند فرماتے تھے کہ ہاں ملاقات بغیر سفر کے اور حاضری کے نہیں ہوسکتی۔ اس لیے احقر نے بھی اسی سبق سے سہارا لیا اور بے ساختہ زبان سے یہی نکلا اور حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہم نے بھی اس کو ''لاجواب'' قرار دیا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ کی مجلس بڑی پر اثر اور قلوب کی باطنی اصلاح کے لیے نہایت مفید ہوتی ہے۔ اس روز رحمت خداوندی کا دریا بہہ رہا تھا۔